......في السلم كافة......

تحریر: جناب غلام سرور قریشی عباس پورہ جہلم

آیت مبارکہ بر سر عنوان میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے خطاب فرماتے ہیں: ﴿یا أیھاالذین آمنو ا ادخلوا في السلم کافة ولاتتبعوا خطوات الشیطن إنه لکم عدومبین﴾(البقرة: ۲۰۸) ترجمہ: "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔ یہ حکم ان لوگوں کو ہے جو ایمان لا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا الٰہ اور اس کے آخری رسول ﷺ کو اس کا رسول تسلیم کر چکے ہیں...... تو پھر اگلی بات بھی کان کھول کر سن لیں کہ ایمان لانا محض قولی شے نہ ہے کہ کلمۂ اسلام پڑھ لیا اور پھر آگے من مانی کرنے لگ گئے یا جو کچھ تم اس سے پہلے کرتے تھے وہی کچھ کرتے رہو۔ نہیں! اب تم اس اعلان اور اقرار کے بعد ایک نئے انسان بن گئے ہو___ جس کا ماضی سے ہر رشتہ منقطع ہو گیا ہے۔ تمہاری پوری پوری کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ تمہارے جس قدر مشاغل تھے ان پر ایک پابندی لگ گئی ہے۔ تم اپنی پسند و ناپسند کے فیصلے اب خود نہ کرو گے۔ تم اپنی خواہشات کی تکمیل اپنی رضا کے تحت نہیں بلکہ اس الٰہ کی مرضی کے تحت کرو گے جس کی بندگی اور غلامی کا اعلان تم نے کلمۂ توحید پڑھ کر کیا ہے۔ تم اب نئے سرے سے اپنی آزادی کا تعین کرو گے اور ان حدود کے اندر رہو گے جو تمہارے الٰہ نے تمہارے لئے مقرر فرمادی ہیں۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے: ﴿تلك حدودالله﴾ (النساء: ۱۳) اور ﴿ومن یعص الله ورسوله و یتعد حدوده......﴾ (النساء: ۱۴) یعنی: "یہ اللہ کی حدود ہیں۔ ان کے قریب بھی نہ بھٹکنا مبادا بھولے سے بھی کوئی تعدی ہو جائے"۔ گویا ان حدود کی پابندی کے سلسلے میں تمہیں حد درجہ محتاط رہنا پڑے گا۔

اس کلمۂ توحید کے پڑھ لینے کے بعد تم اپنے تمام اختیارات سے دستبردار ہو گئے ہو، اب تم اپنا کوئی اختیار اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہیں کرو گے بلکہ اپنے ہر اختیار کے استعمال سے پہلے یہ دیکھ لیا کرو گے کہ اس سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کیا ہے؟ اگر ریاستی قانون اللہ کے قانون سے متصادم ہے تو تم مؤخر الذکر کی پیروی کرو گے اور ریاستی قانون کو بدل ڈالو گے...... کیونکہ جو قانون بھی قانونِ الٰہیہ سے متصادم ہے وہ طاغوت ہے اور اگر تم میں اسے بدل ڈالنے کی طاقت نہ ہے اور تم احکام و شعائرِ اسلام کے مطابق اپنی زندگی نہیں گزار سکتے ہو تو پھر ایسی جگہ سے تم ہجرت کر جاؤ گے اور وطن مالوف کی محبتیں اللہ کی محبت پر قربان کر دو گے۔

اب تمہاری زندگی کے مقاصد بھی بدل گئے ہیں۔ تم دنیا میں اسلئے نہیں رہ رہے ہو کہ یہاں کی سہولیات اور مادی وسائل واسباب سے زیادہ سے زیادہ تمتع حاصل کرو۔ بلکہ اب تمہارے جینے کا مقصدِ وحید اعلائے کلمۃ الحق، اس کے غلبہ کی جدوجہد اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنا ہے۔ مگر یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ بندۂ مومن پر نعمائے الٰہیہ سے باز وممنوع ہو گئے ہیں۔ ہوا صرف یہ ہے کہ ان سے متمتع ہونے کا جو چارٹر تمہیں دیا گیا ہے، اس کی ہدایات کی روشنی میں انھیں کام میں لاؤ۔ اسلام تمہاری رغبتوں، محبتوں اور لذتوں کو کچلتا نہیں بلکہ اپنے ایک حکیمانہ پروگرام کے مطابق ان کی تربیت کرتا اور تمہیں ان سے حظ اٹھانے کی آزادی دیتا ہے...... یہ آزادی اگر تم غور کرکے دیکھو گے تو اس آزادی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے جو کوئی ابلیسی نظام تم کو دیتا ہے۔ صرف ایک مثال دیکھو...... یورپ، امریکہ اور بھارت کے نظام ہائے زندگی تمہیں بلاشبہ بے قید جیسی آزادی دیتے ہیں مگر اس کی تہہ میں جو غلاظت پنہاں ہے، اس کے تعفن سے نفیس الطبع انسان کی مشامِ جان مبتلا ہونے لگتی ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ خود ان معاشروں میں لاکھوں ایسے انسان موجود ہیں جو شراب وشاہد کی آزادی سے کبھی لذت یاب نہیں ہوئے اور ایسی غلیظ آزادی کے خلاف مجسم احتجاج ہیں...... مگر انسان نما حیوانوں کے نام نہاد جمہوری معاشروں میں ان کی دال نہیں گلتی اسکے برعکس تمہارے قوائے شہوانیہ اسلام کے نزدیک نہایت ہی قابلِ احترام ہیں۔ وہ صرف زنا پر پابندی لگاتا اور اسکے بعد تعددِ ازواج کی اجازت، ازواج میں عدل کی شرط پر دیتا ہے تاکہ تم پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ اپنے شوق، ضرورت اور استطاعت کے مطابق ایک، دو، تین یا چار نکاح کرلو...... وہ اللہ تعالیٰ کے بچھائے ہوئے خوانِ نعمت پر تمہاری ضیافت کرتا ہے۔ حلال وطیب کی شرط کے ساتھ تبذیر کے شیطانی عمل کے بغیر تم اس دستر خوان سے کام و دہن کی لذتیں اور ماکولاتِ شیریں کی حلاوتیں حاصل کرنے میں آزاد ہو...... مگر وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کلمۂ توحید کے اعلان واقرار کے بعد اپنے تئیں اپنے الٰہ کے سامنے غیر مشروط اور بغیر کسی تحفظ کے بندۂ بے دام بن کر سرنگوں ہو جاؤ۔ تم بیٹی یا بیٹے کی شادی کرنے لگو، سماج کی رسومات اور دیگر شیطانی روایات مثلاً منگنی، مہندی، مائیاں گھڑولی، بینڈ باجے، جہیز لینے دینے سے بچو...... کیونکہ ان میں سے کوئی بھی تقریب اللہ تعالیٰ کے قرب کا شرف نہیں رکھتی ہے اور اگر یہاں تم من مانی کر گئے تو یہ شیطان کی عبادت ہے اور نفس تمہارا ہے اور جس نے اللہ کے سوا کسی کو الٰہ بنایا وہ شرک کا مرتکب ہے۔ گویا تم نے وہ عہد توڑ دیا جو کلمۂ توحید پڑھتے وقت تم نے کیا تھا، وہ تمہارا رب بیٹے دیتا بھی ہے اور لے بھی لیتا ہے، اگر بیٹے کی پیدائش پر تم نے ہیجڑے بلائے اور طوائف کا مجرا کرا دیا تو تم نے شیطان کی عبادت کی بیشک تم نماز اللہ کی پڑھو مگر یہ شیطان اور رحمٰن کے درمیان بندگی کی تقسیم شرک ہے۔ پھر جب اس نے تم سے تمہارا پیارا بیٹا چھین لیا تو اس کی میت پر آنسو بہانا تو تمہارا حق ہے مگر اس سے آگے اگر تم نے کچھ کیا، سینہ کوبی

کی، بال نوچے منہ سر پیٹا، بین کیے...... تو تم نے شیطان کی عبادت کی اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تو دراصل تم نے اللہ تعالیٰ کی معیت کو رد کر دیا۔

پہلے تم اپنے لئے، اپنے اہل و عیال کے لئے یا اپنے وطن کے لئے زندہ تھے، مگر اب تمہارا جینا، مرنا، نماز اور قربانی کرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ تم اپنا ثبوتِ عبدیت پیش کرنے کے لئے اس الٰہ کے دربارِ عالی میں پاک صاف ہو کر دن میں پانچ بار وقتِ مقررہ پر اس کے گھروں میں حاضر ہوا کرو گے۔ اس عطا کردہ دولت میں سے بقدرِ کفایت اپنے نفس پر، اپنے والدین پر، اپنی اولاد پر اور اپنے اعزہ و اقارب پر خرچ کرو گے اور پھر جو بچا سکو تو غرباء میں بانٹ دو۔ کلمۂ اسلام کی یہ انقلابی قوت ہے کہ اسکے پڑھتے ہی انسان ایک نیا انسان بن جاتا ہے۔ عہدِ نبویؐ میں جن لوگوں نے دولتِ ایمان پائی ان میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ السابقون الاولون میں سرِ فہرست ہیں۔ ان کے بیٹے بدر میں کفار کی جانب سے لڑ رہے تھے بعد میں وہ دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے، تو ان سے کہنے لگے کہ جنگ میں وہ دو بار ان کی تلوار کی زد پر تھے...... مگر انھوں نے انہیں باپ ہونے کے ناتے جانے دیا، تو سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر وہ ایک دفعہ بھی ان کی مار میں آتا تو وہ اسے ہرگز جانے نہ دیتے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا یہ کلمۂ توحید کا اثر تھا کہ باپ بیٹے کو اس لئے قتل کرنے پر آمادہ تھا کہ وہ کلمۂ توحید کا انکاری تھا۔ اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ کلمۂ اسلام پڑھتے ہی وہ تمام رشتے ٹوٹ جاتے ہیں جو اسکے اقرار سے پہلے قائم تھے اور انسان اس عالمگیر سوسائٹی کا فرد بن جاتا ہے جو اس کلمہ کی انقلابی بنیاد پر روئے زمین پر موجود ہے۔

نیشنلزم کا مغربی تصور جو زبان، زمین اور مشترکہ ثقافت سے ترتیب پاتا ہے اور جو بدقسمتی سے مسلم معاشروں میں بھی رواج پا چکا ہے، کلمۂ اسلام کی اسلامی اخوت اور عالمگیر آفاقی روح کا قاتل ہے، بڑی تیزی سے اسلام کی انقلابی قوت کو کم کرتا جا رہا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ اسلامی ممالک باہم دست و گریباں ہیں اور یورپی قوتیں روز بروز ان کے اندر اپنا اثر و نفوذ بڑھا رہی ہیں۔

یہ تو بطورِ جملہ معترضہ کے درمیان میں بات آگئی۔ ہم نے برطانوی ھند میں اپنی مذہبی آزادی پر کوئی قدغن کبھی محسوس نہ کی تھی۔ پھر سوچنے کی بات ہے کہ ہم نے انگریزی اقتدار سے کیوں گلو خلاصی کرانا چاہی تھی۔ دراصل ہم انگریزی عہد میں ملنے والی غیر اسلامی آزادیوں سے دستبردار ہونا چاہتے تھے اور اس دستبرداری کی خواہش سے حصولِ پاکستان کا جذبہ ابھرا تھا۔ مثلاً اگر ہمیں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی اجازت تھی تو ساتھ ہی ایسے مسلمانوں کو جو چاہیں سود کھانے، زنا کرنے، شراب پینے اور جواء کھیلنے کی بھی اجازت تھی۔ ہم پاکستان اسلئے چاہتے تھے کہ یہاں ہم وہ خلافِ اسلام آزادیاں سلب کر لیں گے جو انگریزی قانون ہمیں دیتا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں رہتے

ہوئے اگر ہم آزادی حاصل کر لیتے تو بلا شبہ ہمیں پہلے کے مقابلہ میں زیادہ سیاسی آزادی، اقتدار اور معاشی ترقی کے مواقع حاصل ہو جاتے۔

مگر ہم اسلام کے سلسلے میں صرف شخصی قانون کی حد تک ہی آزاد رہتے اور ہندوستان میں کوئی بھی ایسی آئینی سکیم نہ منوا سکتے جس کے مطابق ہم کوئی بھی اسلامی آئین یہاں بنوا سکتے۔ جبکہ بحیثیت مسلمان ہم پر فرض تھا اور ہے کہ ہم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوں۔

حصولِ پاکستان کی تمنا کے پیچھے یہی جذبہ کار فرما تھا کہ ہم یہاں ایک اسلامی معاشرہ قائم کریں گے جہاں اسلام صرف ہمارا شخصی معاملہ نہ ہو گا بلکہ جہاں ہم اسلامی آئینی طرزِ حیات کو اپنی ہیئتِ حاکمہ تشکیل کر دیں گے اور خود اس ہیئتِ حاکمہ کے زیر سایہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ جہاں کسی کو زنا کرنے، شراب پینے اور جواء کھیلنے کی شخصی آزادی حاصل نہ ہو گی۔ یہاں مذہب بندے اور اللہ کا انفرادی معاملہ نہ ہو گا بلکہ ریاست اسلام کو بندوں کی زندگی میں روح کی مانند شامل کرے گی۔ جہاں اقلیت کو اسکی مذہبی آزادی تو حاصل ہو گی...... مگر اسے کوئی ایسی آزادی حاصل نہ ہو گی جو اسلام مسلمانوں کو نہیں دیتا...... مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ہم حصولِ پاکستان کی غرض و غایت کو فراموش کر بیٹھے اور اس مقدس سرزمین میں برطانوی دور کی خلافِ اسلام آزادیوں کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ ان میں ان گنت اضافے بھی کرائے۔

اگر ہم غور کر کے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارا اسلامی تشخص اور ہماری زندگیوں کا اسلامی رنگ جیسا یا جو کچھ برطانوی ہند میں تھا اب اس سے کہیں کمزور ہے، جتنے مسلمان برطانوی ھند میں شراب پیتے تھے اب اس سے زیادہ مسلمان شراب پیتے ہیں اور مساجد کی ویرانی پہلے سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ البتہ غیر مسلم آبادی کے انخلاء کے بعد تجارت ہمارے ہاتھوں میں آگئی اور حکومت پر ہمارا قبضہ ہو گیا اور ہم خوش حال ہو گئے...... مگر ہمارے برسرِ اقتدار گروہوں نے جس طرح ملکی وسائل اور خزانہ لوٹا اور ہمارے تاجروں نے ناجائز منافع خوری اور کاروباری بد معاملگی میں ایسے ایسے ریکارڈ قائم کئے کہ ان پر شیطان بھی دم بخود ہے۔

ہم الٰہ کے معنی معبود کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کے سوا کوئی پوجا اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "کیا تم نے اپنے نفس کو اپنا الٰہ بنا لیا ہے؟"۔

پھر حکم ہوتا ہے: "خبردار" ﴿ان لا تعبدوا الشیطان﴾ ترجمہ: "شیطان کی عبادت نہ کرو"۔

ان تین احکام و مفاہیم کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ عبادت سے مراد صرف سجدہ نہیں ہے اور نہ آج تک کبھی کسی انسان نے شیطان کو سجدہ کیا اور نہ اپنے نفس کو اپنا الٰہ کہا ہے۔ پھر شیطان کی عبادت سے روکنے کا کیا مفہوم ہے؟ اور ہوائے نفس کو الٰہ نہ ٹھہرانے سے کیا مراد ہے؟ بلا شبہ اولین عبادت سجدہ ہی ہے مگر قرآنِ حکیم میں اس لفظ کو

نہایت ہی بلیغ انداز میں پیروی اور فرمانبرداری کے مفہوم میں برتا گیا ہے۔

آیت زیبِ عنوان میں فرمایا گیا ہے: ''اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ''۔ جب تم نے اللہ کو الٰہ تسلیم کر لیا ہے تو اب تم حکم برداری بھی اسی کی کرو گے۔ اسی کی غلامی کرو گے اور اس اسوۂ حسنہ پر پوری طرح کاربند رہو گے جو اس کے رسول ﷺ نے تمہارے سامنے رکھا ہے۔ اب تم اپنی زندگی کے کسی بھی شعبے میں نہ تو کسی دوسری ہستی سے ہدایت طلب کرو گے۔ نہ کسی کی راہنمائی مانگو گے اور نہ ہی اس اسوۂ حسنہ سے ہٹ کر کوئی عمل کرو گے۔ قرآن و حدیث و سنت سے باہر ہر فکر شیطانی ہے۔ اگر تم نے اسلامی فکر سے ہٹ کر کوئی فکر اپنائی تو گویا تم شیطان کی عبادت کر رہے ہو گے اور اسی طرح اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو پس پشت ڈال کر کوئی من مانی کی یا اپنی پسند و ناپسند کو اپنی زندگیوں میں داخل ہونے دیا...... تو گویا تم نے اپنے نفس کو الٰہ بنا لیا، اب زندگی کے کسی میدان، کسی معاملے حتیٰ کہ دوستی اور دشمنی کرتے وقت بھی تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہوگی۔ تمہیں اپنا ایک ایک لقمہ، پانی کا ایک ایک جرعہ، اپنا ایک ایک قدم اٹھانے سے پہلے یہ دیکھنا ہو گا کہ بھلا اسلام اس لقمے کو کھانے، اس گھونٹ کو پینے یا اس قدم کے اٹھانے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ بازار میں گاہکوں سے معاملہ کرتے وقت تمہیں اللہ اور اس کے رسول کا حکم سامنے رکھنا ہو گا، حرم سرا میں بیوی بچوں کے باب میں تم جو کاروائی کرتے ہو...... کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل کے مطابق ہے۔ تمہیں یہ دیکھنا ہو گا کہ تم اپنے ذوقِ سلیم کی تسکین کیلئے جو آسائشیں حاصل کرنا چاہتے ہو...... کیا اسلام ان سے متمتع ہونے کی اجازت دیتا ہے؟ اپنے فارغ اوقات کو گزارنے کے لئے جو شغل اشغال تم اختیار کرتے ہو اور صحبتِ یاراں میں محفل سجا کر جو کلام کرتے اور لطائف تم سناتے ہو، بھلا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟ تم اپنی کمائی جن جن مدات پر صرف کرنا چاہتے ہو...... کیا اسلام وہاں خرچ کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ تم جس کروٹ سوتے ہو کیا اسلام تمہیں اس پر سونے کی اجازت دیتا ہے؟ جو جو تم پڑھتے ہو کیا اسلام میں اس کے پڑھنے کی اجازت ہے؟ تم اپنی خداداد توانائیاں جن مقاصد کے حصول کے لئے خرچ کرنا چاہتے ہو، اسلام میں ان مقاصد کی حلت و حرمت پر پہلے غور کر لیا کرو...... اور اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو اللہ آپ کا الٰہ اور آپ کا کلمۂ اسلام برحق، کمی بیشی اور بشری کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ صرفِ نظر فرمائیں گے، لیکن اگر تم نے من مانی اور باغیانہ روش کے ہاتھ میں اپنی زندگی کی باگ ڈور دے رکھی ہے تو پھر شیطان کے پجاری ہو اور تمہارا نفس تمہارا الٰہ ہے...... آدھا تیتر، آدھا بٹیر ــــــ نہ چلے گا۔ بلکہ مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونا پڑے گا۔

وما توفیقی الا باللہ